مکرم قدیر احمد طاہر صاحب

محنت میں عظمت ہے

دین نے عملی زندگی کے متعلق انسان کو بہت ہی خوبصورت تعلیم دی ہے۔ دین نے انسان کو بے دست وپا ہوکر بیٹھ رہنے سے منع فرمایا ہے اور دینی اور دنیوی ترقیات کے حصول کے لئے کام کرنے اور محنت کرنے کی تلقین فرمائی اور اس کی بہت ترغیب دلائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لیس للانسان الا ما سعی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میدان عمل میں کام اور مجاہدہ کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دین کے ساتھ ساتھ دنیا کے کام کاج اور تجارت کرنے کی بھی تلقین کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی ہاتھ سے کام کرنے والوں کی ہمت بندھائی ہے۔ اور ایسے لوگ جو فارغ نکمے بیٹھے رہے اور جن کی آنکھیں دوسروں کی طرف لگی رہی ہیں ان کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''محنت سے اور ہاتھ سے کمائی کرنے والا شخص اللہ کا دوست ہے۔''

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل و عملہ بیدہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پاکیزہ خوراک وہ ہے جو تم خود کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری عمدہ کمائی میں شامل ہے۔

(ترمذی ابواب الاحکام باب ان الوالد یاخذمن مال ولدہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری سوالی بن کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہارے گھر میں کچھ ہے اس نے عرض کیا ایک چادر ہے جسے آدھا بچھاتا ہوں اور آدھا اوڑھتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جاؤ دونوں چیزیں لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو لے کر فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں ایک درہم میں خریدتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ نے دو تین مرتبہ فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیتا ہے۔ اس پر ایک اور شخص نے کہا کہ میں دو درہم میں خریدتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ نے وہ چیزیں اسے دو درہم میں دے دیں۔ اور اس انصاری کو کہا کہ یہ لو ایک درہم سے کھانے پینے کی چیزیں خرید کر گھر دے دو اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ کلہاڑی خرید کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے اس میں خود لکڑی کا دستہ ڈالا اور اس شخص سے فرمایا جاؤ اور اس سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر فروخت کرو اور پندرہ دن سے پہلے تجھے ادھر آتا نہ دیکھوں۔ وہ شخص لکڑیاں کاٹ کر اور لا کر بیچتا رہا یہاں تک کہ جب وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا تو اس نے دس درہم کما لئے تھے۔ چنانچہ ان درہموں سے اس نے کچھ کے کپڑے خریدے اور کچھ کا کھانے پینے کا سامان خریدا۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے فرمایا کہ تیرے لئے خود کما کر کھانا اس بات سے زیادہ اچھا ہے کہ تو در در مانگتا پھرے اور قیامت کے دن اس حالت میں اللہ کے حضور آئے کہ تیرا چہرہ خراش زدہ ہو۔ دیکھو مانگنا صرف تین شخصوں کیلئے جائز ہے۔ ایک وہ شخص جو غربت کی وجہ سے پس گیا ہو۔ دوسرے وہ شخص جس پر ناحق مصیبت آپڑی ہو اور قرض کے بوجھ تلے دب گیا ہو اور اس کے ادا کرنے کی کوئی صورت نہ دیکھتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہو گیا ہو اور اس وجہ سے اس نے دیت یعنی خون بہا ادا کرنا ہو۔

(ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ باب ما تجوز فیہ المسالۃ)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رسی لے کر جنگل میں جاتا ہے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اٹھا کر بازار میں آتا ہے اور اسے بیچتا ہے اور اس طرح اپنا گزارہ چلاتا ہے اور اپنی آبرو اور خودداری پر حرف نہیں آنے دیتا وہ بہت ہی معزز ہے اور اس کا یہ طرز عمل لوگوں سے بھیک مانگنے سے ہزار درجہ بہتر ہے نہ معلوم وہ لوگ اس کے مانگنے پر اسے کچھ دیں یا نہ دیں۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب استعفاف عن المسالۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو تین طلاقیں مل گئی تھیں۔ اس حالت میں وہ اپنے گزارہ کیلئے کھجوریں توڑنے نکلیں تو ایک آدمی نے ایام عدت میں گھر سے نکلنے سے انہیں منع کیا۔ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کھجوریں توڑنے جایا کرو ہوسکتا ہے تم اس میں سے کچھ صدقہ خیرات کرو یا نیک راستہ اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرو۔

(ابو داؤد کتاب الطلاق باب فی المبتوتۃ تخرج بالنھار)

حضرت ابن عبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں تجھے اپنا اور بنت رسول اللہ ﷺ کا ایک واقعہ سناؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور سنائیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سنانے لگے کہ چکی چلا چلا کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں گٹے اور پانی ڈھو ڈھو کر سینے پر مشکیزہ کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر میں جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے کچیلے ہو جاتے تھے۔ اس عرصہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے کہا فاطمہ رسول اکرم ﷺ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں اگر مانگو گی ایک آدھا مل جائے گا۔ جاؤ جا کر کوئی خادم مانگ لو۔ جب وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ لوگ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں وہ اس دن واپس آ گئیں پھر دوسرے دن گئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے پوچھا کیسے آئی ہو تو وہ خاموش رہیں۔ میں نے کہا میں بتاتا ہوں یہ کس لئے آئی ہے۔ چکی چلا چلا کر ہاتھ میں گٹے پڑ گئے ہیں اور مشک اٹھا اٹھا کر سینے پر نشان نظر آتے ہیں اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس خادم آئے تو میں تمہیں دوں گا۔ پس آپؐ اسے کوئی خادم دے دیں تاکہ وہ اس جانکاہ محنت سے بچ جائے۔

رسول اللہ ﷺ یہ سن کر فرمانے لگے: فاطمہ! اللہ سے ڈرو اپنے رب کے فرائض ادا کرو۔ گھر کے کام کاج خود کرو۔ جب رات کو سونے لگو تو 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ، 34 بار اللہ اکبر کا ذکر کرو۔ یہ کل سو بار ہوئے۔ یہ طرز عمل نوکر چاکر کی تمنا سے زیادہ بہتر ہے۔ اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی رضا پر راضی ہوں۔

(ابو داؤد کتاب الخراج و الفی و الامارۃ باب فی بیان موضع قسم الخمس)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا لوگوں کو سوال کرنے سے بچنا چاہئے اوپر والا ہاتھ جو کہ خرچ کرنے والا ہے نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان الید العلیاء خیر من الید السفلی)

حضرت حکیم بن حزامؓ کا نمونہ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے کچھ امداد کے لئے عرض کیا تو آپؐ نے میرے سوال کے مطابق مجھے عنایت فرمایا۔ ایک بار پھر ایسی ہی میں نے درخواست کی۔ آپؐ نے یہ منظور فرما لی۔ تیسری بار پھر میں نے درخواست گزار ہوا۔ اسے

مکرم قدیر احمد طاہر صاحب

بھی آپؐ نے منظور فرما لیا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا دنیا بہت مرغوب چیز ہے۔ بہت کچھ سمیٹنے کو جی چاہتا ہے لیکن برکت بے نیازی میں ہی ہے۔ جو شخص اس دنیا کے حاصل کرنے میں حرص ولالچ کا مظاہرہ کرتا ہے وہ بے برکتی کا منہ دیکھتا ہے اور اس کی مثال اس بھوک کے مریض کی سی ہے جو کھاتا جاتا ہے لیکن اس کی بھوک ختم نہیں ہوتی۔ یاد رکھو اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے یعنی لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے سچائی دے کر آپؐ کو بھیجا ہے آئندہ میں آپؐ کے سوا کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ چنانچہ بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بلایا جاتا کہ وہ اپنا عطیہ لے جائیں لیکن وہ قبول نہ کرتے اور اس کے لینے سے انکار کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو دینا چاہا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے مسلمانو! میں تم کو حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے متعلق گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے سامنے ان کا حق پیش کیا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ غرض حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ تا وفات اپنے عہد پر مضبوطی سے قائم رہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد مرتے دم تک کسی سے کچھ نہ لیا۔''

(بخاری کتاب الوصیۃ باب تاویل قولہ من بعد وصیۃ یوصی بھا)

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں: ۔

''(دین) کہاں ایسی تعلیم دیتا ہے کہ تم کاروبار چھوڑ کر لنگڑے لولوں کی طرح نکمے بیٹھ رہو اور بجائے اس کے کہ اوروں کی خدمت کرو خود دوسروں پر بوجھ بنو۔ نہیں بلکہ سست ہونا گناہ ہے۔ بھلا ایسا آدمی پھر خدا اور اس کے دین کی کیا خدمت کر سکے گا۔ عیال و اطفال جو خدا نے اس کے ذمے لگائے ہیں ان کو کہاں سے کھلائے گا۔

پس یاد رکھو کہ خدا کا یہ ہرگز منشا نہیں کہ تم دنیا کو بالکل ترک کر دو بلکہ اس کا جو منشاء ہے وہ یہ ہے کہ ...... تجارت کرو، زراعت کرو، ملازمت کرو اور حرفت کرو، جو چاہو کرو مگر نفس کو خدا کی نافرمانی سے روکتے رہو اور ایسا تزکیہ کرو کہ یہ امور تمہیں خدا سے غافل نہ کر دیں۔ پھر جو تمہاری دنیا ہے وہ بھی دین کے حکم میں آجاوے گی۔

انسان دنیا کے واسطے پیدا نہیں کیا گیا۔ دل پاک ہو اور ہر وقت یہ لو اور تڑپ لگی ہوئی ہو کہ کسی طرح خدا خوش ہو جائے تو پھر دنیا بھی اس کے واسطے حلال ہے۔

(الحکم مورخہ 30,26 اگست 1908ء صفحہ 4,3)

محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ انسان بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہے بلکہ اس نے صاف فرمایا ہے......اس لئے مومن کو چاہئے کہ وہ جدوجہد سے کام کرے لیکن جس قدر مرتبہ مجھ سے ممکن ہے یہی کہوں گا کہ دنیا کو مقصود بالذات نہ بنا لو دین کو مقصود بالذات ٹھہراؤ اور دنیا اس کے لئے بطور خادم اور مرکب کے ہو۔" (الحکم مورخہ 16 اگست 1900ء صفحہ 4)

"قرآن کریم کو بہت پڑھنا چاہئے اور پڑھنے کی توفیق خدا تعالیٰ سے طلب کرنی چاہئے کیونکہ محنت کے سوا انسان کو کچھ نہیں ملتا۔ کسان کو دیکھو کہ جب وہ زمین میں ہل چلاتا ہے اور قسم قسم کی محنت اٹھاتا ہے تب پھل حاصل کرتا ہے مگر محنت کے لئے زمین کا اچھا ہونا شرط ہے۔ اسی طرح انسان کا دل بھی اچھا ہو سامان بھی عمدہ ہو سب کچھ کر بھی سکے تب جا کر فائدہ پاوے گا...... دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط باندھنا چاہئے۔ جب یہ ہوگا تو دل خود خدا سے ڈرتا رہے گا اور جب دل ڈرتا رہتا ہے تو خدا تعالیٰ کو اپنے بندے پر خود رحم آ جاتا ہے اور پھر تمام بلاؤں سے اُسے بچاتا ہے۔"

(البدر مورخہ 24 اپریل 1903ء)

سستی اور کاہلی کو دور کریں

حضرت مصلح موعود نے مورخہ 27 دسمبر 1927ء کو جلسہ سالانہ کے خطاب میں فرمایا:۔

"جماعت میں سے سستی اور کاہلی کو دور کیا جائے۔ سستی سے قوموں کو بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ ہماری جماعت میں کئی لوگ ایسے ہیں جو کوئی کام نہیں کرتے حالانکہ (دینی) طریق یہ ہے کہ کسی کو بے کار نہیں رہنے دینا چاہئے۔ سیکرٹری صاحبان اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی احمدی بے کار نہ رہے جن کو کوئی کام نہ ملے انہیں مختلف پیشے سکھلا دیئے جائیں۔ اگر کوئی شخص مہینہ میں دو روپیہ ہی کما سکتا ہے تو وہ اتنا ہی کمائے کیونکہ بالکل خالی رہنے سے کچھ نہ کچھ کما لینا ہی اچھا ہے۔ دیکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ کس شان کے انسان تھے مگر رسول کریم ﷺ کے وقت گھاس کاٹ کر لاتے اور اسے فروخت کرتے تھے۔ تو کوئی کام جس سے کسب حلال ہو کرنے میں عار نہیں ہونی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی احمدی بیکار اور سست نہ ہو۔

کوئی پیشہ ذلیل نہیں

پھر 3 اپریل 1931ء کو مجلس مشاورت میں فرمایا:۔

"سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہندوستان میں پیشوں کو ذلیل سمجھا جاتا ہے اور زمیندارہ کو معزز پیشہ قرار دیا جاتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایک لوہار ایک ترکھان ایک جولاہا جو کام کرتا ہے اس میں ذلت کیا ہے۔ ان کاموں کو ذلیل قرار دینے والے کبھی غور نہیں کرتے کہ انگریزوں کی ساری ترقی کی بنیاد یہی پیشے ہیں اور وہ انہی کے ذریعہ ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ اہل ہند اس لئے ذلیل ہو گئے کہ انہوں نے پیشوں کو ذلیل سمجھا اور وہ لوگ معزز بن گئے جنہوں نے موچی کا کام کیا، جولاہے کا کام کیا، لوہار کا کام کیا، پس اس خیال میں تبدیلی پیدا کرنی چاہئے کہ کوئی پیشہ ذلیل ہے اور مختلف پیشوں اور تجارت کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔"

ہر شعبہ کے ماہر ہمارے پاس ہوں

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

اب پھر میں انفرادی ذمہ داریوں کے سلسلہ کی طرف آتا ہوں۔ چوتھی انفرادی ذمہ داری یہ ہے کہ ہر کام کیلئے آدمی ہو۔ یہی نہیں کہ ہر شخص کام کرے بلکہ ہر کام کے اہل موجود ہوں۔ نیوی گیشن کے لئے ملاح بھی ہوں، کمانڈر بھی ہوں، ڈاکٹر بھی ہوں، انجینئر بھی ہوں۔ کوئی شعبہ انسانی زندگی اور اس کی ضروریات کا نہ ہو جس کے لئے قابل اور ماہر آدمی ہمارے پاس نہ ہوں اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر (احمدی) اس ضرورت کا احساس کر کے زندگی کے مختلف شعبوں میں سے کسی ایک کو لے کر ماہر بنے۔"

احمدی مالک ہوں

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"میں نہیں جانتا کہ دوسرے دوستوں کا کیا حال ہے لیکن میں تو جب ریل گاڑی میں بیٹھتا ہوں میرے دل میں حسرت ہوتی ہے کہ کاش یہ ریل گاڑی احمدیوں کی بنائی ہوئی ہو اور اس کی کمپنی کے وہ مالک ہوں اور جب میں جہاز میں بیٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کاش یہ جہاز احمدیوں کے بنائے ہوئے ہوں اور وہ ان کمپنیوں کے مالک ہوں۔ میں پچھلے دنوں کراچی گیا تو اپنے دوستوں سے کہا کاش کوئی دوست جہاز نہیں تو کشتی بنا کر ہی سمندر میں چلانے لگے اور میری یہ حسرت پوری کر دے اور میں اس میں بیٹھ کر کہہ سکوں کہ آزاد سمندر میں یہ احمدیوں کی کشتی پھر رہی ہے دوستوں سے میں نے یہ بھی کہا کاش کوئی دس گز کا ہی جزیرہ ہو جس میں احمدی ہی احمدی ہوں اور ہم کہہ سکیں کہ یہ احمدیوں کا ملک ہے کہ بڑے کاموں کی ابتدا چھوٹی ہی چیزوں سے ہوتی ہے۔" (رپورٹ مجلس مشاورت 1936ء)

مزدور کی عظمت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں۔

میرا آج کا خطاب Dignity of Labour سے متعلق ہے۔ یعنی اصل عزت اور وقار محنت میں ہے خواہ کسی قسم کی بھی محنت ہو مگر جائز محنت ہو اور بڑے بڑے عہدوں اور رشوتوں کے ذریعہ حاصل کی ہوئی دولت میں کوئی بھی عزت اور کوئی بھی وقار نہیں۔ گھر میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا باعث عزت نہیں۔ بعض لوگ باہر سے آتے ہیں، بہت بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور ان سے پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہم بیکار رہیں کیونکہ ہمیں ہمارے پروفیشن کا جاب نہیں ملا۔ یعنی جو علوم ہم نے سیکھے ہیں اونچے، ان کے مطابق یہاں کوئی کام ہمیں نہیں مل رہا۔ حالانکہ بہت سے ایسے ہیں جو تعلیم یافتہ بھی ہیں اور کھیتوں میں محنت مزدوری کرتے ہیں، بسیں چلاتے ہیں، ٹیکسیاں چلاتے ہیں اور کوئی بھی عار محسوس نہیں کرتے۔ تو یہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ کے اسوہ کے مخالف بات ہے۔ احمدیوں کا فرض ہے کہ اس وقت دنیا میں Dignity of Labour کو دوبارہ بحال کریں اور ہر قسم کی مزدوری کو عزت سے دیکھیں اگر وہ نیکی اور تقویٰ پر مبنی ہے اور انسان کے ہاتھ کی کمائی سے بہتر اور کوئی کمائی نہیں۔"

(اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ الرابع جلسہ سالانہ بیلجیئم 4 جون 2000ء)

بیکاری ختم کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 3 نومبر 2006ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

(تحریک جدید) کا ایک مطالبہ نوجوانوں کا بیکاری کی عادت ختم کرنے کا تھا۔ یہ بھی بڑی خطرناک بیماری ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ پاکستان میں بعض بے کار نوجوان اس لئے بے کار ہیں کہ یا تو ان کے جو رشتہ دار، والدین بھائی وغیرہ باہر ہیں وہ باہر سے رقم بھیج دیتے ہیں اس لئے ذمہ داری کا احساس نہیں۔ یا اس امید پر بیٹھے ہیں کہ باہر جانا ہے۔ اب باہر جانا بھی اتنا آسان نہیں رہا، ان لوگوں کو بھی غلط امیدوں پر نہیں بیٹھنا چاہئے اور جو آتے ہیں ان کے بھی یہاں اتنی آسانی سے کیس پاس نہیں ہوتے۔ اس لئے بلاوجہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور دھوکے میں نہ رہیں۔ اپنے نفس کو دھوکہ نہ دیں اور اپنے آپ کو سنبھالیں۔ جماعت اور ذیلی تنظیموں کو بھی اس بارے میں معین پروگرام بنانا چاہئے اور نوجوانوں کو سنبھالنا چاہئے۔

خدا کے ایک بندہ کو آپ کی تلاش ہے

حضرت مصلح موعود نے ماہ مئی 1948ء میں "آپ کی تلاش ہے" کے پُرکشش عنوان سے فرزندان احمدیت کے نام حسب ذیل پیغام شائع فرمایا جو احمدیت کی ...... تنظیمی اخلاقی اور روحانی تعلیمات کا نہایت لطیف خلاصہ اور نچوڑ تھا۔ حضور نے اس پیغام میں تحریر فرمایا:۔

1۔ کیا آپ محنت کرنا جانتے ہیں؟ اتنی محنت کہ تیرہ چودہ گھنٹے دن میں کام کر سکیں۔

2۔ کیا آپ سچ بولنا جانتے ہیں؟ اتنا کہ کسی صورت میں آپ جھوٹ نہ بول سکیں۔ آپ کے سامنے آپ کا گہرا دوست اور عزیز بھی جھوٹ نہ بول سکے۔ آپ کے سامنے کوئی اپنے جھوٹ کا بہادرانہ قصہ سنائے تو آپ اس پر اظہار نفرت کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

3۔ کیا آپ جھوٹی عزت کے جذبات سے پاک ہیں؟ گلیوں میں جھاڑو دے سکتے ہیں؟ بوجھ اٹھا کر گلیوں میں پھر سکتے ہیں؟ بلند آواز سے ہر قسم کے اعلان بازاروں میں کر سکتے ہیں؟ سارا سارا دن پھر سکتے ہیں اور ساری ساری رات جاگ سکتے ہیں؟

4۔ کیا آپ اعتکاف کر سکتے ہیں؟ جس کے معانی ہوتے ہیں (الف) ایک جگہ دنوں بیٹھ رہنا (ب) گھنٹوں بیٹھے وظیفہ کرتے رہنا (ج) گھنٹوں اور دنوں کسی انسان سے بات نہ کرنا۔

5۔ کیا آپ سفر کر سکتے ہیں؟ اکیلے اپنا بوجھ اٹھا کر بغیر اس کے کہ آپ کی جیب میں کوئی پیسہ ہو، دشمنوں اور مخالفوں میں، ناواقفوں اور ناآشناؤں میں؟ دنوں ہفتوں اور مہینوں۔

6۔ کیا آپ اس بات کے قائل ہیں کہ بعض آدمی ہر شکست سے بالا ہوتا ہے وہ شکست کا نام سننا پسند نہیں کرتا۔ وہ پہاڑوں کو کاٹنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ دریاؤں کو کھینچ لانے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اس قربانی کے لئے تیار ہو سکتے ہیں؟

7۔ کیا آپ میں ہمت ہے کہ سب دنیا کہے نہیں اور آپ کہیں ہاں؟ آپ کے چاروں طرف لوگ ہنسیں اور آپ اپنی سنجیدگی قائم رکھیں۔ لوگ آپ کے پیچھے دوڑیں اور کہیں ٹھہر تو جا ہم تجھے ماریں گے اور آپ کا قدم بجائے دوڑنے کے ٹھہر جائے اور آپ اس کی طرف سر جھکا کر کہیں لو مار لو۔ آپ کسی کی نہ مانیں کیونکہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں مگر آپ سب سے منوالیں کیونکہ آپ سچے ہیں۔

8۔ آپ یہ نہ کہتے ہوں کہ میں نے محنت کی مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ناکام کر دیا بلکہ ہر ناکامی کو آپ اپنا قصور سمجھتے ہوں۔ آپ یقین رکھتے ہوں کہ جو محنت کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور جو کامیاب نہیں ہوتا اس نے محنت ہرگز نہیں کی۔

اگر آپ ایسے ہیں تو آپ اچھا (مربی) اور اچھا تاجر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں، مگر آپ ہیں کہاں؟ خدا کے ایک بندہ کو آپ کی دیر سے تلاش ہے۔ اے احمدی نوجوان! ڈھونڈ اس شخص کو اپنے صوبہ میں، اپنے شہر میں، اپنے محلہ میں، اپنے گھر میں اپنے دل میں کہ (دین) کا درخت مرجھا رہا ہے اسی کے خون سے وہ دوبارہ سرسبز ہوگا۔"

(مرزا محمود احمد)

(روزنامہ الفضل 22 مئی 1948ء)

مکرم چوہدری محمد ادریس ورک صاحب امریکہ

ایک داعی الی اللہ کی یاد میں ۔ ماسٹر محمد ابراہیم خلیل صاحب

خاکسار کے والد محترم حاجی محمد ابراہیم خلیل صاحب سابق مربی اٹلی وسیرالیون 75-1901ء کا آبائی گاؤں نواں پنڈ واقع جانب مشرق از قادیان تھا۔ وہاں جانے کے لئے راستے میں نہر پڑتی تھی۔ جب ہمارے دادا جان شہاب الدین صاحب کی 1940ء کے لگ بھگ وفات ہوئی اس وقت والد صاحب کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ والد صاحب ہر بچے کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر نہر کے اس پار چھوڑ آتے کیونکہ نہر کا پل بہت دور تھا۔ نواں پنڈ کی بیشتر آبادی سکھوں کی تھی۔ صرف چار گھرانے احمدیوں کے تھے۔ ایک گھرانہ خواجہ جلال الدین صاحب سابق کارکن امور عامہ ربوہ کا تھا۔ مولانا جلال الدین شمس صاحب ان سے ملنے آیا کرتے تھے۔ مولانا موصوف ہی کے ذریعہ ہمارے والد صاحب کا احمدیت سے تعارف ہوا اور پھر آغوش احمدیت میں آگئے۔

تلاش معاش کے لئے نکلے تو ننکانہ صاحب کے ایک سکول میں سیکنڈ ہیڈ ماسٹر کے طور پر ملازمت مل گئی۔

ننکانہ صاحب سے اباجی کا تبادلہ 45 کلومیٹر دور سیدوالا کے سکول میں ہوگیا۔ یہاں روشن دین زرگر صاحب کے خاندان کے اس علاقہ میں تعلقات تھے۔ آپ ہی کے خاندان کے ایک فرد نے مجھے بتایا کہ والد صاحب کا خام مٹی سے بنا مکان سیدوالا میں برلب دریا واقع تھا۔ ہر سال موسم برسات میں صحن کی دیوار گر جاتی تھی۔ آپ نے رقت والحاح سے بہت دعا کی، پھر ایک روز خدا کے حضور گریہ زار تھے تو لبوں سے یہ دعا نکلی کہ یا اللہ اگر اسی میں تیری مرضی ہے کہ دیوار گرے تو میں اس کو خود گرا دیتا ہوں۔ اللہ کی رحمت حرکت میں آئی تو اس سال دیوار نہ گری۔

سکول کی ملازمت کے دوران آپ نے سیدوالا اور قادیان میں دو ذاتی مکان تعمیر کروالئے۔ ہماری رہائش قادیان کے نور ہسپتال کے مغربی دروازہ کے سامنے واقع مکان میں تھی۔ (نور ہسپتال کی توسیع وتزئین کے بعد یہ مکان مسمار ہوچکا ہے) آپ ویک اینڈ پر قادیان ضرور تشریف لاتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات کے بغیر واپس نہیں جاتے تھے۔ خواہ ایک یا دو دن یا اس سے زیادہ قیام کرنا پڑے۔

حسب دستور قادیان میں آپ نے اپنے مکان کے باہر اپنے نام کی تختی لگائی تو اس پر لکھ دیا مقام ابراہیم۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے یہ لکھا دیکھا تو پسند نہ فرمایا۔ اگلی بار جب حضرت میر صاحب کا ادھر سے گزر ہوا تو اب اس پر لکھا تھا: مکان ابراہیم۔

ہمارے والد صاحب خوشخطی کے ماہر تھے۔ پکی بیت مبارک ربوہ جہاں اب ہمارا مکان ہے یعنی 11/13 دارالصدر میں جو دعاؤں کی تختیاں لگی ہوئی تھیں وہ آپ ہی کی تیار کردہ تھیں۔

ایک دفعہ جمعہ کے روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ ہمیں ایسے واقفین کی ضرورت ہے جو انگریزی میں بول چال کا ملکہ رکھتے ہوں۔ والد صاحب نے اپنا نام پیش کردیا باوجودیکہ حکومت کی سروس میں 22 سال پورے ہورہے تھے۔ ان کا وقف قبول ہوا اور آپ اس گروہ میں شامل کئے گئے جنہیں دعوت الی اللہ کی تربیت خود حضرت مصلح موعود نے دینی تھی اور پھر 18 دسمبر 1945ء کو نو مجاہدین کا گروہ سبز پگڑیاں پہنے قادیان ریلوے سٹیشن سے لندن کے لئے روانہ ہوا۔ حضرت مصلح موعود بنفس نفیس الوداع کہنے کے لئے ریلوے سٹیشن پر تشریف لائے۔ لندن میں مولانا جلال الدین شمس صاحب کی نگرانی میں تربیت حاصل کرنے کے بعد یورپ کے ممالک میں احمدیہ مشن قائم کردئے گئے۔ والد صاحب لندن میں تین ماہ کے قیام کے بعد ٹرین سے اٹلی روانہ ہوگئے۔ جنگ عظیم دوم (45-1939ء) کے اثرات کی وجہ سے آپ کو برطانوی جاسوس سمجھا گیا۔ اطالین پولیس نے حراست میں لے لیا۔ کچھ ہفتوں کے لئے قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ لندن احمدیہ مشن کے ساتھ مراسلت کا نظام درہم برہم تھا اس وجہ سے مشتاق احمد باجوہ صاحب الاؤنس نہ بھجوا سکے۔

ان مصائب کے پیش نظر فلورنس سے آپ مسینہ (سسلی) چلے گئے۔ آپ کے ہمراہ مولوی محمد عثمان صدیقی صاحب بھی تھے۔ یہاں بھی مصائب اور گوناگوں نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ سسلی کی کیتھولک حکومت نے ان کو ملک میں قیام کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔ دعوت الی اللہ کے ضمن میں سسلی میں آپ کو کیسے کٹھن حالات میں سے گزرنا پڑا، اس کا ذکر حضرت مصلح موعود نے یوں فرمایا تھا: ''ہمارے (مربیان) کا تو بیرونی ممالک میں یہ حال ہے کہ ان میں سے ایک یعنی ماسٹر محمد ابراہیم خلیل صاحب نے جنگل میں جاکر درختوں کے پتے کھا کر پیٹ بھرا، اور دوسرے بھی نہایت تنگی سے گزارہ کرتے ہیں''۔ (الفضل 17 جولائی 1946ء)۔ 21 نومبر 1947ء کو آپ واپس جینیوا پہنچ گئے اور مرکز کی ہدایت پر جنوری 1948ء کو فری ٹاؤن (سیرالیون) تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب بھی تھے۔ ائیرپورٹ پر اترتے ہی دونوں کو شہر بدر کردیا گیا، رات سمندر کے ساحل پر دعاؤں میں گزاردی۔ اگلے روز اجازت مل گئی تو شہر میں داخل ہوئے۔

آپ کی وفات پر مولانا محمد صدیق امرتسری، سابق مربی سیرالیون کا مضمون شائع ہوا تھا اس میں انہوں نے لکھا: ''دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں جدت پسندی آپ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ ہر موقعہ پر عموماً کوئی نہ کوئی دینی مسئلہ پیدا کرلیتے تھے اور یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ سننے والا کیا سلوک کرتا ہے اور بعض دفعہ بڑے بڑے افسران کو دفتروں میں بے دھڑک گھس کر دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں لٹریچر پیش کرتے تھے۔ بعض دفعہ سبزی اور کیلے خریدتے اور دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں اشتہار بھی ساتھ ساتھ تقسیم کرتے جاتے تھے''۔

دیار غربت میں مقبول دعاؤں کے سلسلے میں مولانا محمد صدیق امرتسری لکھتے ہیں: "بحر اٹلانٹک کے کنارے ہم بیٹھے تھے، شام ہونے کو تھی سورج کی ٹکیہ ہمارے سامنے دور سمندر میں نصف اندر اور نصف باہر بڑا مسحور کن منظر پیدا کررہی تھی۔ محترم خلیل صاحب میری کسی قدر جذباتی مگر سچی اور صحیح باتیں سن کر وجد میں آگئے اور الحمدللہ اور سبحان اللہ کا ورد کرنے لگے۔ پھر سورج غروب ہونے پر ہم نے اسی جگہ ساحل سمندر پر نماز مغرب ادا کی اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہوکر بڑی ہی پرسوز اور رقت آمیز دعائیں کرنے کی توفیق ملی۔ محترم خلیل صاحب نے بلند آواز سے ایسی دردبھری پرخلوص اور دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہوئی قرآنی دعائیں پڑھیں کہ ہم دونوں کے دامن آنسوؤں سے تر ہوگئے اور واپس شہر کو قدم اٹھاتے ہوئے ہمارے دل اس اطمینان اور خوشی سے لبریز معلوم ہوتے تھے کہ آج ہمارے دامن عصیاں دھل کر پھر صاف اور سفید ہوگئے ہیں اور ہمارے خدا نے ہمارے سب سابقہ گناہ بخش کر شاید ہمیں نئی زندگی اور نیا جنم دیا ہے''۔ (الفضل 11 جون 1975ء)

پیارے اباجی مرحوم شب بیداری اور تہجد گزاری میں بڑے باقاعدہ تھے اور فری ٹاؤن میں اکثر صبح کی نداء خود ہی دیا کرتے تھے اور امامت بھی پانچوں نمازوں کی خود ہی فرماتے تھے۔ ربوہ میں جب تک صحت نے اجازت دی بیت محمود میں نہ صرف باقاعدہ با جماعت نماز کیلئے آتے بلکہ امام الصلوٰۃ کے فرائض بھی ادا کرتے تھے۔ ہمارے بھائی محمد اسماعیل ورک مرحوم یہاں بیت الذکر میں خوش الحانی سے باقاعدگی سے نداء دیا کرتے تھے، اگر کوئی اور ایسا کردیتا تو خفگی کا اظہار کرتے تھے۔ عزیزم زکریا ورک کا کہنا ہے کہ 69-1966ء کے دوران جب بھی وہ ربوہ آتا تو حتی الوسع کوشش کرتا کہ بیت محمود میں اباجی کی اقتداء میں نماز ادا کرے۔ اباجی مغرب اور عشاء کی نمازوں میں اکثر سورۃ آل عمران کی آیات 195-191 کی تلاوت فرماتے تھے۔ اباجی نے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی طرف سے ساٹھ کی دہائی میں حج بدل ادا کرنے کی سعادت پائی تھی۔

ربوہ کو آباد ہوئے بمشکل ایک سال ہی ہوا تھا کہ 12 ستمبر 1949ء کو مشیت ایزدی سے ہماری پیاری والدہ زینب بی بی صاحبہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ آپ میاں محمد دین صاحب واصل باقی نویس کھاریاں (یکے از رفقائے 313) کی دختر نیک اختر تھیں۔ آپ نے لواحقین میں تین نوجوان بیٹیاں اور چھ بیٹوں میں سے تین کم سن بیٹے چھوڑے۔ اس وجہ سے وکالت تبشیر نے 1950ء میں والد صاحب کو عارضی طور پر ربوہ واپس بلوا لیا تاکہ بیٹیوں کی شادی سے فراغت کے بعد پھر فری ٹاؤن واپس لوٹ جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو بہت دلفگار اور مایوس کن دقتیں پیش آئیں مگر جبین پر کوئی شکن نہ آیا اور اللہ کی رضا کے آگے سرخم تسلیم کئے رکھا۔

1950ء میں دریائے چناب میں سخت سیلاب آیا اور ربوہ ایک جزیرہ بن کر رہ گیا۔ لالیاں جانے والی ٹرین کی پٹڑی ٹوٹ گئی۔ اہل ربوہ نے جوش و خروش کے ساتھ ولولہ خیز وقار عمل کیا۔ صبح سے شام تک پٹڑی کو ٹھیک کرنے کے بعد اس کو اونچا کردیا، یوں اگلے روز ٹرین سروس شروع ہوگئی۔ والد صاحب نے اس وقار عمل میں بھرپور حصہ لیا، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔

انہی دنوں نسیم سیفی صاحب (امیر جماعت احمدیہ نائیجیریا، سابق ایڈیٹر الفضل) بھی ربوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ محلّہ دارالصدر غربی (الف) کی بیت میں دونوں مربیان نے نماز مغرب کے بعد دلچسپ اور ایمان افروز میدان عمل کے واقعات سنائے تھے۔ والد صاحب جب 1950ء میں بیرون ملک سے ربوہ تشریف لائے تو انہوں نے باباچولا نانک کی طرح کا چولا زیب تن فرمایا ہوا تھا جس پر قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا انوکھا طریقہ تھا جس سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوجاتے اور گفتگو کا ذریعہ ice breaker بنتا تھا۔

پاکستان کے قیام کے بعد 1947ء سے پاک بھارت کے درمیان آمدورفت کا سلسلہ بند تھا جو 1950ء میں کھل گیا تو سکھوں کا ایک جتھا امرتسر سے ننکانہ صاحب آیا جو حضرت بابا نانک کا مولد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر والد صاحب اور مولانا احمد خاں نسیم صاحب ناظر اصلاح وارشاد (والدگرامی مولانا نسیم مہدی صاحب مشنری انچارج امریکہ) انہیں پنجابی میں دعوت الی اللہ کرنے ننکانہ صاحب گئے تھے۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں والد صاحب پرانی بیت مبارک نزد قصر خلافت (چوک یادگار) میں پہلی دفعہ اعتکاف بیٹھنے والوں میں سے تھے جس میں مولانا محمد اسماعیل منیر (مربی ماریشس) بھی شامل تھے۔

والد صاحب 1950ء میں عارضی رخصت پر افریقہ سے ربوہ تشریف لائے تو اس وقت موسم گرما تھا۔ ہم محلّہ دارالصدر جنوبی والے کچے مکان میں قیام پذیر تھے جہاں صرف دو کمرے تھے، ایک بڑا کمرہ جبکہ دوسرا بہت چھوٹا۔ والد صاحب چھوٹے کمرے میں خوابیدہ ہوتے تھے۔ ہم دونوں فجر کی

نماز کے بعد بہشتی مقبرہ چلے جاتے جس کے بعد بہشتی مقبرہ کے پہلو میں واقع پہاڑی جس میں غار تھی اس میں اشراق کے نوافل ادا کرتے۔ بہشتی مقبرہ کے ساتھ پہاڑی میں درہ ہے۔ ایک روز ہم اس کی چڑھائی چڑھنے لگے تو ہمارے آگے ایک مقامی دیہاتی عورت بھی رواں دواں تھی۔ اس نے سر پر بوجھ اٹھا رکھا تھا اور شاید موضع چھنیاں کی طرف سے آرہی تھی۔ درہ کی چڑھائی ختم ہونے کو تھی کہ اس کی نظر ہم پر پڑی تو بلند آواز میں بولی: شالا وسدا روے میرا پنڈ۔ والد صاحب کہنے لگے اس عورت نے شاید اس حدیث کا نام بھی سنا ہو یا نہیں لیکن اس کے اندرونی اور فطرتی جذبات کی ترجمانی اس حدیث میں ہو چکی ہے یعنی حب الوطن من الایمان ۔ ہم جونہی درہ کی اترائی سے نکلے تو سامنے کسی زمیندار کا مکان تھا۔ اس نے باہر مویشی باندھ رکھے تھے۔ پہلو میں کنواں چل رہا تھا۔ کنویں کا پانی میٹھا اور بہت ٹھنڈا تھا کیونکہ شدید گرمی کا سماں تھا۔ اس کے پانی سے بھاپ نکل رہی تھی۔ والد صاحب نے اس پانی میں غسل کر کے عجب سرور محسوس کیا۔ پھر اپنے چلو میں پانی لے کر اللہ کی نعمت کا شکر کرتے ہوئے سیر ہو کر پیاس بجھائی۔ ربوہ میں جہاں ہمارا گھر تھا وہاں نلکے کا پانی نہ صرف گرم بلکہ کڑوا اور نمکین ہوتا تھا۔

جب راقم الحروف تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ میں 1950ء میں طالبعلم تھا تو ربوہ سے آنے جانے میں شدید دشواریاں تھیں۔ ریل گاڑی سے رات ایک بجے ہم روانہ ہو کر چنیوٹ کے ریلوے سٹیشن پر 8 بجے صبح تک سو جاتے تھے۔ پھر سکول جاتے اور چار بجے بعد دوپہر چناب ایکسپریس کا انتظار کرتے اور شام چھ بجے گھر پہنچتے تھے۔ بس اور تانگے والوں کو چار آنے کی سواریاں نفع آور نہیں پڑتی تھیں۔ ایک دن والد صاحب نیلا گنبد لاہور کے ایک احمدی سے سو روپیہ میں فلپ بائیسکل خرید لائے۔ اس کے بعد سائیکل پر مجھے خود سکول چھوڑ آتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بائیسکل سواروں کا ایک ٹولہ بن گیا جس کے سرخیل مرزا عبدالشکور (حال لندن) ہوتے تھے۔ انہی ساتھیوں میں سے ڈاکٹر پرویز پروازی اور خلیفہ مصباح الدین، خلیفہ فلاح الدین اور ضیاء الحق قریشی (حال لندن) بھی تھے۔

والد صاحب تلاوت قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی جلسہ میں مستورات میں مطالبہ ہوا کہ کیا اچھا ہو اگر ہر کوئی حاجی صاحب کی طرح تلاوت کرنے لگے۔ آپ جب تلاوت یا دعا کرتے تو رقت بندھ جاتی تھی۔ زبانیں سیکھنے اور بولنے کا بھی آپ کو فطری رجحان اور شوق تھا، جو بعد ہمارے بھائی اسحٰق خلیل کو ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ انگریزی کے علاوہ اٹالین، عربی اور بعض مقامی افریقن زبانوں میں ایک حد تک اپنا مافی الضمیر ادا کر سکتے تھے۔ کچھ عرصہ تک جلسہ سالانہ ربوہ کی یہ روایت تھی کہ رات کے وقت بیت مبارک میں مختلف زبانوں میں بانی سلسلہ احمدیہ کی کسی تحریر کا ترجمہ سنایا جاتا تھا۔ والد صاحب نے کئی سال تک اطالین زبان میں ترجمہ سنایا تھا۔

ہمارے والد صاحب کو کتب بینی کا شوق اور آپ کا مطالعہ وسیع تھا۔ عمدہ انشاء پرداز تھے۔ ایک کتاب موازنہ ادیان کے نام سے شائع کی جس کا پیش لفظ عالم بے بدل حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے رقم فرمایا تھا۔ انگلش میں Muslim Catechism شائع کی۔ جب فری ٹاؤن میں متعین تھے تو وہاں سے ماہوار رسالہ البشریٰ انگلش میں جاری فرمایا۔ جدت پسندی کی وجہ سے اس میں عموماً ایسا مواد شائع کرتے جو قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتا۔ اس کی تقسیم میں بڑی تگ و دو سے کام لیتے تھے۔ شہر کی گوری سٹریٹ پر جو احمدیہ بیت ہے وہ آپ نے کم وسائل، بڑی کٹھن مشکلات کے باوجود تعمیر کروائی جب وہاں زیادہ تعداد میں جماعت بھی نہیں تھی۔ جماعت کے دیرینہ احباب آپ کو پاپا ابراہیم کے نام سے یاد کرتے تھے۔

دعوت الی اللہ کے لئے جوش و جذبہ آپ کے دل و جاں میں گویا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ دعوت الی اللہ کے مقصد سے پمفلٹ بھی ہزاروں کی تعداد میں خود چھپوا کر تقسیم کرتے تھے۔ مؤرخ احمدیت محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے کوئی پندرہ سال قبل عزیزم زکریا ورک کو دفتر تاریخ احمدیت کے خزائن سے ایک چار صفحے کا ٹریکٹ بھجوایا تھا جو ابا جی نے ننکانہ صاحب میں رہائش کے دوران اغلباً 1937ء میں شائع کیا تھا۔ اس کا عنوان ہے: تعلیم قرآنی، دعوت الی الحق کا سہ ماہی ٹریکٹ نمبر 5۔ صفحہ اول پر قرآنی آیات کے علاوہ بانی جماعت احمدیہ کے مختلف الہامات درج ہیں۔ پرنٹنگ کا خرچ شیر محمد زرگر سیدوالا نے ادا کیا تھا۔ عاجز ابو اسمٰعیل محمد ابراہیم سیکنڈ ماسٹر و سیکرٹری ننکانہ صاحب۔

اولاد: پسران، محمد اسماعیل ورک مرحوم، محمد اسحٰق خلیل مرحوم زیورخ، پی ایچ ڈی ہمبرگ، محمد الیاس مرحوم، محمد یحییٰ مرحوم، خاکسار چودھری محمد ادریس ورک جارجیا امریکہ، محمد زکریا ورک ٹورنٹو۔ دختران: سلیمہ قدسیہ مرحومہ، سارہ قدسیہ مرحومہ اور صادقہ قدسیہ مرحومہ۔

محترم والد صاحب کا عقد ثانی محمودہ بیگم صاحبہ (1934-2010ء) آف نصیرہ نزد کھاریاں سے ہوا تھا۔ آپ کے دادا حضرت غلام حسن نے تیرہ میل کا پیدل سفر کر کے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہاتھ پر جہلم میں بیعت کی تھی۔ ہمارے والد صاحب نے متواتر چالیس دن بہشتی مقبرہ سے ملحقہ پہاڑی پر دعا کی کہ اے اللہ میں نے تو تیری خاطر دعوت الی اللہ کے لئے جانا ہے اور میرے بچے چھوٹے ہیں جس طرح میری نیک اور صالح بیوی کو اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا ہے اسی طرح مجھے عقد ثانی کے لئے نیک بیوی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کی تضرعانہ دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ آپ کے بطن سے تین بیٹے (طارق، انصر اور ناصر خلیل حال ناروے) اور تین بیٹیاں (امینہ، رشیدہ سلیمان اور انیسہ کینیڈا) تولد ہوئیں۔ محترمہ محمودہ صاحبہ کو آپ کے شانہ بشانہ سیرالیون میں دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا موقعہ ملا تھا۔ گزر اوقات کے لئے کیمرے سے فوٹو لے کر فروخت کرتی تھیں۔ احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت خصوصاً چھوٹی بچیوں اور ناخواندہ ماؤں کو قرآن کریم اور نماز سکھانے کا شرف حاصل کرتی رہیں۔

(مصباح نومبر 2010ء صفحہ 47)

ابا جی کی قبولیت دعا کے بہت سارے واقعات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے چہیتے ماموں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کی ایک بیٹی نے پانچ یا چھ دفعہ بی اے کا امتحان دیا مگر ہر بار ناکام رہیں۔ مایوسی کے عالم میں وہ ابا جی کے پاس آئیں اور دعا کی درخواست کی، ابا جی نے ان کے ساتھ مل کر فوراً دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور پرسوز دعا کی۔ خدا کے فضل سے وہ اس سال بی اے میں پاس ہو گئیں۔

1956ء میں جب آپ تحریک جدید سے ریٹائر ہوئے تو بشیر آباد سندھ میں احمدیہ سکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد گھٹیالیاں میں بھی ٹیچر رہے۔ آپ کی وفات 27 مئی 1975ء کو ہوئی، آخری تین سال بوجہ فالج بستر پر گزارے۔ ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں پیوند خاک ہیں۔ آپ کی اولاد اور ان کی اولاد اس وقت امریکہ، ناروے، ڈنمارک، جرمنی میں خوش و خرم آباد ہے۔

غزل

ہر طرف آفاق پر چرچے ہوئے خورشید کے
پارہ پارہ ہو گئے سارے صنم تقلید کے

حرمتِ دیدار نے نورِ ہویدا دیکھ کر
کر دیئے سامان میرے مصطفٰے کی دید کے

عالمانِ دہر کے ہونٹوں سے سچ عنقا ہوا
لاکھ حیلے کر چکے اہلِ خرد تجدید کے

رفتہ رفتہ اُٹھ رہے ہیں آسمانوں کے حجاب
کُھل رہے ہیں سب دریچے عالمِ اُمید کے

جذبہء مہر و وفا تو تھا جنوں کو بھی عزیز
تذکرے ہیں اہلِ دانش میں اسی تمہید کے

نعرہ منصور کی ہیبت پہ لرزاں تھا بشر
کون لاتا جذب و مستی میں بیاں تائید کے

کارزارِ زیست کی رودادِ اہلِ دل سے پوچھ
مرحلے کتنے گراں تھے منزلِ اُمید کے

وہ جو تھا اک چاند چہرہ وہ نظر سے دور ہے
یوں تو کتنے چاند دیکھے ہم نے آدم عید کے

آدم چغتائی